Research Journal Ulum-e-Islamia
Journal Home Page: https://journals.iub.edu.pk/index.php/Ulum.e.Islamia/index
ISSN: 2073-5146(Print) ISSN: 2710-5393(Online) E-Mail:muloomi@iub.edu.pk
Vol.No: 31, Issue:01. (Jan-June 2024) Date of Publication: 17-05-2024
Published by: Department of Islamic Studies, The Islamia University of Bahawalpur

اسلامی تعلیمات کے تناظر میں ریاست کے حقوق

Rights of the State in the light of Islamic Teachings

Dr. Abrar Mohiyodin
Prof. Department of Islamic Studies, NCBA&E Bahawalpur Campus, Email: abrarmohiuddin9077@gmail.com.pk

Abstract:

The purpose of this research paper is to describe "Rights of the State, in the light of the state of Medina. Actually, in Islam, Rights of the state depends on enjoining good and forbidding evil. It does not take strength/power to command well, but it takes strength/power to prevent evil. And its establishment was a part of the official duties of prophet-hood for which Muhammad (SAW) had devoted all his energies. The Charter of Medina was implemented for this purpose; opposition from the enemy eventually forced him to defend himself by being imprisoned inside Medina. Prophet Muhammad (SAW) also missed four prayers while defending the state. He also deported three jewish tribes for violating the Medina Charter. External forces also played a role in the deterioration of the Islamic states's internal affairs. These were also remedied by Muhammad (SAW) and his Caliphates from time to time.

Key Words: Rights of the state, Caliphates, enjoining good, forbidding evil, jewish tribes, Charter of Medina, External forces.

معاشرے کی اصلاح ہو یا قوموں کی بقا، ہر دور کی تعمیر و ترقی میں حکمران کلچر کو سب سے زیادہ اہمیت حاصل ہوتی ہے یا یوں کہیئے کہ کوئی بھی کلچر اپنی افادیت اور برتری کے لئے اقتدار کا محتاج ہوتا ہے تاریخ یہی بتاتی ہے۔ معلوم تاریخ میں ایک کلچر وہ بھی تھا جو انسانی ھوا و حوس پر وجود میں لایا گیا تھا اور جس کا نمائندہ حضرت ابراہیم کے دور میں حمورابی (نمرود) تھا اور اس کے بالمقابل سب سے پہلا اور قابل فخر مربیانہ اقتدار (جس کا ذکر قرآن پاک "سورۃ یوسف" میں بھی ہے) مصر میں رسول وقت حضرت یوسف کا ہے اس کی افادیت عامہ کا اندازہ اس سے بخوبی لگایا جا سکتا ہے کہ ایسے وقت میں جبکہ مصر کے ارد گرد تمام ممالک میں قحط کا سماں تھا رسول وقت کی معاشی پالیسیاں بلا تفریق مذہب و ملت انسانوں کو روزی روٹی فراہم کر رہی تھیں۔ انسان دوست کلچر کی دوسری مثال قرآن کریم ہی میں "سورۃ ص:38/20-26" حضرت داؤد کا واقعہ ہے جس کے مطابق داؤد کو قوت فیصلہ دے کر ایک طاقتور حکومت دی گئی لیکن آپ عبادت میں مشغول رہتے جس پر اللہ تعالی کی طرف سے تمثیلاً سمجھایا گیا کہ حکمران وقت کا کام نفلی عبادات سے زیادہ قیام عدل ہے۔ اس پر داؤد کو اس کا احساس ہوا تو اللہ کے حضور مغفرت طلب کی اور پھر قرآن ہی کے مطابق آخر میں داؤد کو دوبارہ یہ یاد دہانی کرائی گئی کہ تمہیں ہم نے اقتدار نظام عدل کے قیام کے لئے دیا ہے۔ ان دو واقعات سے بخوبی اندازہ ہو جاتا ہے کہ عوام کے حقوق کی حفاظت ان کو اپنے فرائض پر

آمادگی کے لئے سب سے بہتر ذریعہ حکومت وقت کی پالیسیاں ہی ہو سکتی ہیں، ہوتی آرہی ہیں اور ہوتی رہیں گی۔ یہ علاقائی یا قومی کلچر کا دور تھا۔ جب معاشرہ عالمگیریت کی طرف چل پڑا اور ایک بہترین تعمیری کلچر کی ضرورت ماضی کے مقابلے میں اب زیادہ تھی اس لئے عالمگیر رسول کو اپنی اس ذمہ داری سے تین مقامات پر قرآن کریم نے آگاہ کیا۔

هُوَ الَّذِي أَرْسَلَ رَسُولَهُ بِالْهُدَى وَدِينِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُونَ (1)

"وہی تو ہے جس نے اپنے پیغمبر کو ہدایت اور دین حق دے کر بھیجا تاکہ اس کو تمام دینوں پر غالب کرے اگرچہ مشرک ناخوش ہی ہوں۔"

هُوَ الَّذِي أَرْسَلَ رَسُولَهُ بِالْهُدَى وَدِينِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ وَكَفَى بِاللَّهِ شَهِيداً (2)

"وہی تو ہے جس نے اپنے پیغمبر کو ہدایت اور دین حق دے کر بھیجا تاکہ اس کو تمام دینوں پر غالب کرے، اور حق ظاہر کرنے کے لئے اللہ ہی کافی ہے۔"

هُوَ الَّذِي أَرْسَلَ رَسُولَهُ بِالْهُدَى وَدِينِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُونَ (3)

"وہی تو ہے جس نے اپنے پیغمبر کو ہدایت اور دین حق دے کر بھیجا تاکہ اس کو تمام دینوں پر غالب کرے، خواہ مشرکوں کو برا ہی لگے۔"

عربی میں دین کا جو لفظ استعمال ہوتا ہے اس کے بالمقابل انگریزی کا لفظ کلچر ہے۔ یعنی اس سے مراد یہ ہے کہ رسول کے فرائض منصبی میں یہ بات شامل ہے کہ وہ اس دین (کلچر) کو باقی تمام ادیان (کلچرز) پر غالب کر دے اور آگے یہ بھی کہا ہے یہ بات مشرکین کو ناپسند بھی ہو گی۔ قرآن کریم کے مذکورہ بالا بیانات کے مطابق دین اسلام کا مطمع نظر کسی ایک علاقہ میں کسی قوم یا گروہ کا من چاہا اقتدار قائم کر کے باقی دنیا کو اس کے حال پر چھوڑ دینا نہیں تھا اور نہ ہے۔ اس کا اصل مقصد تھا کہ پوری دنیا سے ان جابرانہ نظام ہائے سیاست کو ختم کر کے (جن کے تحت انسانوں کو ان کے بنیادی حقوق سے محروم کر کے ذلت آمیز غلامانہ زندگی بسر کرنے پر مجبور کر دیا گیا تھا) کی جگہ انسانی شرف و احترام پر مبنی ایک قابل فخر تعمیری کلچر کا حامل انتظام قائم کیا جائے جس میں اصل اقتدار اس کائنات کے خالق و مالک کو حاصل ہوتا کہ انسان قدرت کے مطلوبہ مقاصد کے اندر رہتے ہوئے اپنی زندگی کے ارتقائی مراحل مکمل کر سکے گویا اسلام بحیثیت دین بنی نوع انسان کے شعوری ارتقاء اور اس کے حقوق کے تحفظ اور اس کو اس کے فرائض کی آگاہی کا ایک ضابطہ تھا۔

انسانی تاریخ کا زیادہ عرصہ نظام سرمایہ داری کے جبر و تشدد کے زیر سایہ گزرا ہے یہ انتظام دولت اور قوت کے بل بوتے پر تھا اور ایسے اقتدار کا قیام و دوام اللہ کی حاکمیت اور انسانی حقوق کی قطعی نفی کی بنیاد پر قائم ہوتا تھا۔ منصب نبوت کی ذمہ داریوں میں اہم ترین ذمہ داری ہمیشہ یہی رہی کہ اس جابرانہ نظام کی جگہ اللہ کی حاکمیت کے اصولوں پر انسانوں کے بنیادی حقوق کا تحفظ کیا جائے۔ ابراہیم سے نمرود، موسیٰ سے فرعون اور آنجنابؐ سے ابوجہل کی محاذ آرائی کا اصل پس منظر یہی تھا یعنی نظام کی تبدیلی۔ چنانچہ جب آنجنابؐ اپنے فرض منصبی کی تکمیل کے سلسلے میں الہامی اصولوں کی بنیاد پر ایک انسانیت دوست معاشرہ تخلیق کرنے کے لئے کھڑے ہوئے تو یقینا مخالف قوتوں کو اپنے سماجی اور سیاسی اقتدار کے لئے خطرات لاحق ہو رہے تھے چنانچہ ان مخالف قوتوں نے شروع سے ہی آنجناب کی مخالفت پر کمر کس لی تھی آپؐ کو اپنی پیغمبرانہ ذمہ داریوں کی ادائیگی میں تین طبقات کی بھرپور مخالت کا سامنا کرنا پڑا۔ یہ طبقات مکہ میں کفار مکہ، مدینہ میں یہود اور منافقین تھے۔

اسی بنیادی مقصد کی خاطر رسول اللہؐ نے مکہ میں اصلاح معاشرہ کے فریضے کی ادائیگی شروع کی۔اس مقصد کی خاطر دوسرے مرحلے پر مدینہ منورہ میں اسلامی ریاست کی بنیادرکھی جس کی بنیادی خصوصیات اللہ تعالیٰ کی حاکمیت اخلاق و معاشی اقدار کی برتری اور سماجی تکثیریت تھی۔آنجنابؐ نے یہاں انصار و مہاجرین کے درمیان مواخات کا سلسلہ قائم کیا نیز تمام قبائل بشمول قبائل یہود ایک میثاق مرتب کیا جو تاریخ میں میثاق مدینہ کے نام سے مشہور ہے۔اس کی چونیتس(34) شقیں ہیں جو ڈاکٹر حمید اللہ نے اپنی تصنیف "الوثائق السیاسیة للعهد النبوی "میں بیان کی ہیں۔ڈاکٹر حمید اللہ نے اس کو دنیا کا سب سے پہلا بین الاقوامی تحریری دستور قرار دیا ہے۔ان شقوں کی اہم ترین بات یہ تھی کہ تمام فریقین بالا تفریق مذہب وملت مل جل کر رہیں گے اور مدینہ پر حملہ کی صورت میں سب مل کر دفاع کریں گے۔یہ میثاق مدینہ بعد ازاں اسلامک سٹیٹ کی بنیاد بنا اور مدینہ اسلامک سٹیٹ کا دارالخلافہ۔

مشہور مستشرق ولھوزن(WILLHAUSEN)اس میثاق پر تبصرہ کرتے ہوئے بڑا قیمتی جملہ یوں لکھتا ہے:

> “The first Arabic community with Sovereign power was established by Muhammad in the city of Medina, not only bases of the blood which naturally tends to diversity but upon that of religion binding on all." ([4])

"محمدؐ نے مکمل حاکمانہ اختیارات کے ساتھ پہلا عرب معاشرہ مدینہ میں قائم کیا۔خون کی بنیاد پر نہیں جو بلآخر اختلافات کو جنم دیتا ہے بلکہ دین کی بنیاد پر جو ہر فرد پر یکساں طور پر لاگو ہوتا ہے۔"

منصب رسالت کے انہی تقاضوں کا خلافت راشدہ اور اموی دور حکومت کے طرز سیاست پر غلبہ رہا۔اموی دور حکومت میں ریاست و سیاست کے وہی مقاصد اور ریاست کے مختلف اداروں کے وہی قوانین وضوابط مد نظر رکھے گئے جن کی بنیاد دور رسالت مآبؐ اور خلافت راشدہ میں رکھی گئی تھی۔ریاست کے اندر اخلاقی طرزِ فکر اور سماجی تکثیریت کے رجحانات بھی وہی رہے۔فتوحات کا بنیادی مقصد بھی اعلائے کلمۃ اللہ رہا،دیگر قوموں کے بارے میں مثبت رویے وہی رہے،جنگوں کی اخلاقیات اور مخالف فریقوں سے معاہدے اور میثاق انہی اصولوں پر کئے جاتے جو کہ دور رسالت مآبؐ اور دور خلافت راشدہ میں طے پا چکے تھے۔ذیل میں Rights of the state کی خاطر ریاست مدینہ میں کئے جانے والے اقدامات کا تفصیلی جائزہ لیں گے:

ریاست کی عظمت(Rights of the state) عہد رسالت مآب ﷺ:

ریاستیں ہمیشہ طاقتور کی قوت کے استعمال کی بنیاد پر ہی وجود میں آئی ہیں اور اس پر حکمرانی بھی اپنی خواہشات کی بنا پر کی اور خواہشات بھی وہ جن کی معقولیت پر کوئی دلیل بھی نہیں دی جاسکتی ماضی میں حمورابی،فرعون اور یونان وغیرہ کی ریاستیں اس بنیاد پر وجود میں آئی تھیں۔ریاستوں کے وجود کے بارے میں جو حتمی بات کہی جاسکتی ہے وہ یہ ہے کہ مغربی نقطہ نظر کے مطابق انسان بنیادی طور پر سوشل مخلوق ہے اور اسلامی نقطہ نظر کے مطابق انسان اخلاقی مخلوق ہے انسان میں موجود دونوں عوامل اس کے مل جل کر رہنے کا مطالبہ کرتے ہیں یہ چیز ریاست کے وجود کو ضروری قرار دیتی ہے گویا ریاست کا وجود کسی بھی اچھے نظام کے ذریعے بہترین نتائج پیدا کرنے کے لئے بہت ضروری ہوتا ہے یہ وہ اصول ہے جسے دنیا میں کہیں؟ بھی چیلنج نہیں کیا جاسکتا۔چنانچہ اس بارے میں ہنٹنگٹن نے اپنی کتاب “Clash of Civilization”میں یوں بیان کیا ہے:

> "When civilization lack Core states the problems of creating order within civilization or negotiating order between civilizations become more difficult." ([5])

اچھی ریاست کے اچھے نتائج اچھے حکمران ہی پیدا کرتے ہیں اور خدا کے نمائندوں (رسولوں) سے اچھے نمائندے اور کون ہو سکتے ہیں اس بنا پر رسالت اور ریاست لازم وملزوم ہیں۔ رسالت کے مقاصد میں فرد کی افادیت سے زیادہ معاشرے کی افادیت مطلوب و مقصود ہوتی ہے اس لئے رسالت کی اجتماعی افادیت بھی ریاست کے نظام سے وابستہ ہوتی ہے۔

مدینہ میں قائم ہونے والی یہ اسلامی ریاست جس کا تذکرہ ہم نے آغاز میں کیا ہے خالصتاً اللہ کی حاکمیت اور اس کے نازل کردہ قوانین کی بنیاد پر وجود میں آئی تھی جس میں کسی دیگر غیر اسلامی قوت یا ضابطہ حیات کا اشتراک نہیں تھا ریاست کے قیام میں اشتراک کی پیش کش کو رسول اللہؐ ابتدا ہی میں اس لئے ٹھکرا چکے تھے کہ اس ریاست کا قیام صرف اور صرف اللہ کی حاکمیت اور رسول اللہؐ کی شریعت پر ہونا تھا جیسا کہ قرآن پاک میں ارشاد ہے:

الَّذِينَ إِن مَّكَّنَّاهُمْ فِي الْأَرْضِ أَقَامُوا الصَّلَاةَ وَآتَوُا الزَّكَاةَ وَأَمَرُوا بِالْمَعْرُوفِ وَنَهَوْا عَنِ الْمُنكَرِ (6)

"وہ لوگ جنہیں ہم دنیا میں حکومت دے دیں تو وہ نماز کی پابندی کریں اور زکوۃ دیں اور نیک کام کا حکم کریں اور برے کاموں سے روکیں"

اسلام میں چونکہ Rights of the State کا انحصار نیکی کا حکم دینے اور برائی سے روکنے پر ہے۔ نیکیوں کا حکم دینے کے لئے تو قوت کی ضرورت نہیں ہوتی لیکن برائیوں سے روکنے کے لئے قوت کی ضرورت پڑتی ہے۔ اور اس کا قیام فرائض منصبی کا حصہ تھا جس کی خاطر آپؐ نے اپنی زندگی کی تمام تر توانائیاں صرف کر دی تھیں میثاق مدینہ اسی مقصد کی خاطر عمل میں لایا گیا، دفاعی جنگیں اسی مقصد کی خاطر لڑیں، دشمنوں کی مخالفت نے آخر یہاں تک مجبور کر دیا کہ مدینہ کے اندر مقید ہو کر اپنا دفاع کیا اور ریاست کا دفاع کرتے ہوئے چار نمازیں بھی قضا کیں اور تین یہودی قبیلوں کو میثاق مدینہ کی خلاف ورزی پر ریاست بدر بھی کیا۔ جس کا تفصیلی ذکر درج ذیل ہے:

مسلمانوں کے سب سے بڑے دشمن کفار مکہ کے ساتھ جنگوں کا سلسلہ شروع ہوا تو سب سے پہلی جنگ جنگ بدر مدینہ سے جنوب کی جانب 80 میل کے فاصلے پر لڑی گئی، جنگ احد مدینہ سے تین میل کے فاصلے پر لڑی گئی اور جنگ خندق مدینہ کے اندر رہ کر لڑی گئی۔ مدینہ منورہ میں عمومی طور پر یہود کا رویہ آنجنابؐ کے بارے میں معاندانہ رہا۔ آپؐ کے مخالف سب سے طاقتور قوت یہود ہی تھے۔ ان کی تاریخ یہ بتاتی ہے کہ وہ اپنے نبیوں کے بھی قاتل رہے ہیں (جس کی تائید بائبل اور قرآن دونوں سے ہوتی ہے)۔ اپنی نبوت مخالفانہ سرشت کی بنا پر 4 ہجری میں بنو نضیر نے رسول اللہؐ کو قتل کرنے کی سازش کی جس کی وجہ سے انہیں خیبر منتقل کر دیا گیا۔

چنانچہ 5ھ میں غزوہ بنی مصطلق واقع ہوا اس موقع پر منافقین مدینہ نے نہ صرف مسلمانوں کو مدینہ سے نکالنے کا نعرہ لگایا جس کا ذکر قرآن کریم کی سورۃ المنافقون میں " لَئِنْ رَجَعْنَا إِلَى الْمَدِينَةِ لَيُخْرِجَنَّ الْأَعَزُّ مِنْهَا الْأَذَلَّ "(7) کے الفاظ سے آیا ہے، بلکہ اماں عائشہ صدیقہ پر تہمت لگا کر اس کو ہوا دینے کی بھی کوشش کی جس پر آنحضورؐ بڑے رنجیدہ رہے۔

5ھ میں جنگ خندق کے موقع پر بنو نضیر کے یہودی سردار حیی بن اخطب نے منفی سٹیٹ مخالف کردار سرانجام دیا اور کفار مکہ کا ساتھ دینے کے لئے مدینہ کے یہودی قبیلہ بنو قریظہ کو بھی اس سازش میں شامل کیا اور بنو قریظہ نے میثاق مدینہ (جس کے تحت مدینہ میں رہتے ہوئے ہمیشہ مدینہ کا اور اس کی تمام اکائیوں کا تحفظ ضروری تھا) توڑ کر بنو نضیر کا ساتھ دیا جس کا نتیجہ غزوہ احزاب/خندق کی صورت میں نکلا۔ یہ غزوہ بھی کفار مکہ اور یہود مدینہ کی ریاست مدینہ کے خلاف منفی سرگرمیوں کے نتیجے میں وقوع پذیر ہوا جس کے نتیجے میں اس غزوہ کے بعد رسول اللہؐ نے بنو قریظہ کی ان سٹیٹ مخالف سرگرمیوں پر ان سے بات کی جس پر انہوں نے اپنی طرف سے قبیلہ اوس کے سردار سعد ابن معاذ کو ثالث مقرر کیا (اس لئے کہ قبیلہ اوس کے تعلقات بنو قریظہ سے ہمیشہ سازگار رہے تھے) جس پر سعد ابن معاذ نے

انہی کی مذہبی کتاب تورات(8) کے مطابق فیصلہ کیا کہ تمام بنو قریظہ کے نوجوانوں کو قتل کر دیا جائے اور ان کی عورتوں اور بچوں کو غلام بنا لیا جائے، اور انہیں یہاں سے نکال دیا جائے۔ چنانچہ اس وقت 600 سے 700 کے درمیان یہودی اس جرم میں قتل کئے گئے تھے(9) لیکن بعض محققین کے مطابق یہ روایت درایتاً کمزور ہے اس لئے کہ یہودی اپنے قیدیوں کو فدیے کے ذریعے چھڑا لیا کرتے تھے(10)۔ سیرت طیبہ میں اتنی بڑی سزا آنجنابؐ نے کبھی بھی کسی کے لئے تجویز نہیں فرمائی۔اس کی وجہ یہ تھی کہ دشمن کی اس سازش کی کامیابی کے نتیجے میں وجود ریاست اور وجود نبوت دونوں خطرے میں پڑ سکتے تھے۔

پھر 7 ہجری میں غزوہ خیبر کے موقع پر اسی قبیلہ کی زینب نامی یہودی عورت نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دعوت پر بلا کر کھانے میں زہریلا گوشت پیش کیا پہلے ہی لقمے میں حضور صلی ٹیم نے اس کے زہریلے اثر کو محسوس کر کے تھوک دیا مگر آپؐ کے ایک صحابی جو آپ کے ساتھ کھانے میں شریک تھے اس زہریلے گوشت کی وجہ سے شہید ہو گئے۔ آنجنابؐ اپنی زندگی میں کبھی کبھی اس زہریلے گوشت کے اثر کو محسوس کیا کرتے تھے۔ چنانچہ ایک روایت کے مطابق بستر وفات پر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تھا کہ میں آج بھی اس زہر کا اثر محسوس کرتا ہوں جو خیبر میں دیا گیا تھا۔(11)اس کے علاوہ مدینہ کے یہودیوں میں کعب بن اشرف نے بھی رسول اللہ کے قتل کی سازشیں کیں اور مدینہ میں شر پھیلانے کی کوششیں کیں جس کی وجہ سے آپ نے اس کے قتل کا حکم دیا تھا۔(12)

رسول اللہ کی مدینہ آمد سے پہلے یہود کے تمام قبائل عبداللہ بن ابی کو اپنا متفقہ سردار تسلیم کر چکے تھے رسم تاج پوشی باقی تھی۔ رسول اللہ کی آمد سے اس کی رسم تاج پوشی رک گئی اور آنجناب کو متفقہ طور پر اپنا قائد تسلیم کر لیا گیا اس تبدیلی کا عبداللہ بن ابی کو بڑا قلق تھا تاہم وہ اور اس کے کچھ لوگ آخر دم تک حضور کے مخالف رہے اسی بنا پر اس نے جنگ احد کے موقع پر اپنے تین سو افراد مسلم لشکر سے علیحدہ کر لئے۔ آنجنابؐ کے خلاف یہ اور اس کا گروہ سازشیں کرتا رہتا جس پر قرآن نے " الْمُرْجِفُونَ فِي الْمَدِينَةِ (13) کے الفاظ استعمال کئے ہیں۔

بیرونی سرحدوں پر ایک چوتھے اور سب سے بڑے دشمن سے پالا پڑا وہ رومی عیسائی حکومت تھی۔ قیصر روم کو پتہ تھا کہ مدینہ میں آپؐ تشریف لائے ہیں۔ اگرچہ ابوسفیان کی سفارت کی وجہ سے وہ آپ کے نبی ہونے کا بالکل قائل تھا لیکن ایمان نہ لایا تھا۔ فوجی سطح پر اس کی فوجوں سے آمنا سامنا 8ھ میں موتہ کے مقام پر ہوا۔ موتہ شام کا علاقہ تھا اور اس وقت شام اس کی سلطنت کا حصہ تھا۔ رومی حکومت سے فوجوں کی سطح پر 9ھ میں غزوہ تبوک پر ہونے کا امکان پیدا ہوا مسلمانوں کو اطلاع تھی کہ عیسائی فوج آ رہی ہے آنجنابؐ فوج کے ساتھ غزوہ تبوک پہنچ گئے لیکن عیسائیوں کی طرف سے کوئی لشکر نہ آیا اور مسلمان بغیر جنگ کئے واپس لوٹ آئے۔ اس غزوہ میں میں ہزار لوگ شامل تھے چونکہ یہ قحط کا دور تھا اور اتنی بڑی تعداد کے لئے سواریاں کم پڑ گئیں ایک ایک اونٹ پر اٹھارہ اٹھارہ لوگ باری باری سواری کرتے، کھانے پینے کا انتظام بھی مکمل نہ ہو سکا تھا بعض اوقات درختوں کے پتے استعمال کرنے پڑتے، قلت کے باوجود مجبوراً اونٹوں کو ذبح کر کے اس کے معدے اور آنتوں سے پانی استعمال کرنا پڑتا۔ اس غزوہ میں تنگی سامان و حالات کی بنا پر اس غزوہ کو " جیش العسرۃ " بھی کہا جاتا ہے۔

دراصل اسلامی ریاست کی شکل میں ایک سماجی ڈھانچے کا وجود میں آنا یقیناً اس دور کی کچھ مقتدرہ قوتوں کے اقتدار کو متزلزل کر رہا تھا اسی لئے ان قوتوں نے اپنی بقا کی خاطر مسلم ریاست کی مخالفت بھرپور انداز میں کی۔ اندرونی مخالفتوں کے علاوہ بیرونی قوتوں کی مخالفت کا اندازہ اس بات سے بھی لگایا جا سکتا ہے کہ جب غزوہ تبوک میں شامل نہ ہونے پر منافقین جھوٹے عذر پیش کر کے آپؐ کے سامنے بچے بننے لگے مگر تین صحابہ کعب بن مالک، ہلال ابن امیہ، مرارہ بن ربیعہ) جو بلا عذر جنگ میں شریک نہ ہوئے تھے اس بات پر

رسول اللہؐ نے ان سے ناراضگی کا اظہار کیا اور بائیکاٹ کر دیا گیا بعد میں تینوں صحابہ نادم ہوئے اور توبہ کی۔ پچاس دن کی مسلسل ناراضگی اور بائیکاٹ کے بعد اللہ تعالی نے ان کی توبہ قبول کی۔(14) اس بائیکاٹ اور ناراضگی کے دوران کعب بن مالک کو شام سے رئیس غسان کا ایک خط موصول ہوا جس میں لکھا تھا کہ : "مجھے معلوم ہوا ہے کہ تمہارے صاحب (یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم) تمہارے ساتھ زیادتی کرنے لگے ہیں۔ اللہ تعالی نے تمہیں کوئی ذلیل نہیں پیدا کیا ہے کہ تمہارا حق ضائع کیا جائے، تم ہمارے پاس آجاؤ، ہم تمہارے ساتھ بہتر سے بہتر سلوک کریں گے۔(15) اسی طرح جب سیدنا علی اور سیدنا معاویہ کے درمیان محاذ آرائی زوروں پر تھی تو اس وقت بھی روم کا بادشاہ ایک بڑے لشکر کے ساتھ سرحدوں پر آگیا اور معاویہ کی طرف دوستی کا ہاتھ بڑھانے کا پیغام دیا۔(16)

اس بات سے یہ بخوبی اندازہ ہوتا ہے کہ اسلام اور اسلامی ریاست کے اندرونی دشمنوں کے ساتھ ساتھ بیرونی دشمن بھی اس اٹھتی ہوئی سیاسی قوت پر جوان کے اقتدار کے لئے ایک بڑا خطرہ بنتی دکھائی دے رہی تھی پوری نظر رکھے ہوئے تھے اس صورت حال میں یہ یقین سے کہا جاسکتا ہے کہ اسلامک سٹیٹ کے اندرونی حالات کے بگاڑ میں یقینا بیرونی قوتوں کا ہاتھ بھی تھا جن کا تدارک بھی آنجنابؐ اور ان کے بعد خلفاء وقتاً فوقتاً کرتے رہے۔

"Right of the State" کے سلسلے میں قرآنی احکام

ریاست کے قیام کے ساتھ ساتھ اس کا داخلی امن وامان اور خارجی تحفظ بھی حکم شرعی ہے جس کے تحت داخلی امن وامان اور سرحدوں پر حالات کو پر امن رکھنا ریاست کی ذمہ داری قرار دی گئی ہے۔ مذکورہ تمام اقدامات سے جو آنجنابؐ نے اٹھائے ریاست کی تہذیبی حیثیت کا بخوبی اندازہ ہو جاتا ہے۔ اس سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ ریاست کے قیام کے بنیادی اصولوں کے لئے کسی بھی شخص کو خطرہ نہیں بنے دیا جاسکتا کوئی بھی ایسا قدم جو ریاست کی عظمت یا شہرت کو نقصان پہنچنے کا باعث بنے یا کوئی شخص حکومت کے خلاف بغاوت کرے یا حکومت کے بنیادی ضابطوں کو چیلنج کرے یا ملک میں ایسی نظریاتی لغویات شروع کرے جو سٹیٹ کی نظریاتی قدروں کے لئے خطرہ پیدا کریں یہ سب Right of the State کے زمرے میں آتا ہے اس کی کسی بھی شخص کو اجازت نہیں دی جاسکتی۔ اس مقصد کے لئے اپنے آپ کو اس طرح تیار رکھنا چاہیئے کہ اندرونی اور بیرونی دشمنوں پر مسلمانوں کی ہیبت باقی رہے اور کسی دشمن کو حملہ کرنے کی جرات نہ ہو سکے۔

ریاست کے خارجی استحکام کے بارے میں قرآن کریم کے درج ذیل بیانات ملاحظہ ہوں:

i. ریاست کے جغرافیہ کا تحفظ کرنے کے متعلق قرآن کریم میں یوں حکم ہوا ہے:

يَأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا قَاتِلُوا الَّذِينَ يَلُونَكُم مِنَ الْكُفَّارِ وَلْيَجِدُوا فِيكُمْ غِلْظَةً وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ مَعَ الْمُتَّقِينَ (17)

اے اہل ایمان! اپنے نزدیک کے رہنے والے) کافروں سے جنگ کرو اور چاہیئے کہ وہ تم میں سختی (یعنی محنت و قوت جنگ) معلوم کریں۔ اور جان رکھو کہ خدا پرہیزگاروں کے ساتھ ہے۔"

ii. ایک اور جگہ ارشاد ربانی ہے:

يَأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اصْبِرُوا وَصَابِرُوا وَرَابِطُوا وَاتَّقُوا اللَّهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ (18)

"اے ایمان والو! صبر کرو اور مقابلہ کے وقت مضبوط رہو اور لگے (ڈٹے رہو، اور اللہ سے ڈرتے رہو تا کہ تم نجات پاؤ"

"رابط" کا معنی ہے راتوں کو جاگ کر سرحدوں کی حفاظت کرو۔ دور رسالت مآبؐ میں ریاست کی اہمیت کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ نماز جو کسی صورت بھی معاف نہیں ہے رسول اللہؐ نے جنگ خندق کے موقع پر ریاست کے قیام کی حفاظت کی خاطر چار نمازیں قضا کی ہیں۔([19]) جنگ تبوک کے موقع پر مدینہ کی ساری معاشرتی زندگی کو تج کر کے سب کو ریاست کی جغرافیائی سرحد کی حفاظت کا حکم جاری کیا گیا اس سلسلہ میں جن تین افراد نے کوتاہی کا ارتکاب کیا ان کا سوشل بائیکاٹ اس طرح کیا گیا کہ ان کی بیویوں کو بھی ان سے دور رہنے کا حکم دیا گیا۔([20]) سیرت طیبہ کی تاریخ میں ریاست مدینہ کے تحفظ میں کوتاہی پر اتنی بڑی سزا واحد مثال ہے۔ یعنی شرعی طور پر ریاست کی یہ اہمیت ہے کہ اس کے تحفظ میں کوتاہی قطعا برداشت نہیں اور اس کے مفاد کی خاطر فرض نمازوں کو بھی مؤخر کیا جا سکتا ہے۔ ان نبویانہ احکام سے یہ بخوبی مترشح ہوتا ہے کہ ریاست کا تحفظ اسلامی تعلیمات کے مطابق انتہائی اہمیت کا حامل ہے۔

ریاست کے اندرونی امن وامان کی اہمیت اور اسلام

معاشرے کے لحاظ سے یہ اسلامی ریاست اصولی طور پر سماجی تکثیری ریاست تھی جس کے تحت اس ریاست میں ہر مذہب کے لوگوں کو اپنے کلچر اور تہذیب کے مطابق زندہ رہنے اور اپنے کلچر کے مطابق آزادانہ زندگی گزارنے کا حق حاصل تھا، سماجی تکثیری معاشرے میں صرف اسی طرح وحدت پیدا کی جا سکتی ہے جو مسلمانوں نے آج سے 1400 سال پہلے پیدا کر کے دکھائی۔ اس قسم کے معاشرے میں جو آج مغرب میں پیدا ہو چکا ہے اس قسم کی وحدت پیدا کرنا اہل مغرب کے لئے آج بہت مشکل ہے۔ دیکھئے ہنگٹنٹن (Huntington) کی "Clash of Civilization"۔ لیکن آنجنابؐ اور آپ کے جانشینوں نے اس وحدت کو برقرار رکھا۔ اس سماجی وحدت کی خاطر مدینہ کے منافقین جن کا کافر ہونا مسلم تھا کے خلاف آپؐ نے کبھی کوئی تادیبی کاروائی نہیں کی تھی، غزوہ بنو مصطلق کے موقع پر جب منافقین نے حرم رسول کی عصمت کا بھی احساس نہ کیا تو کچھ صحابہ نے ان منافقین کے خلاف کاروائی کی گزارش کی جس پر آنجنابؐ نے فرمایا اگر میں نے ان کے خلاف کوئی کاروائی کی تو لوگ کہیں گے کہ محمد اپنے ہی لوگوں کے خلاف تشدد پر اتر آیا ہے۔ اندرونی معاشرے کو پر امن رکھنے کے لئے آنجنابؐ اپنی خواہشات سے زیادہ لوگوں کے رویوں کو اہمیت دیتے تھے جس کا ثبوت حطیم کا معاملہ ہے۔ حطیم کے حصے کو آپؐ کعبہ کی چار دیواری میں شامل کرنا چاہتے تھے لیکن آپؐ نے ایسا نہیں کیا جس کا ذکر آپؐ نے اپنی شریک حیات حضرت عائشہ سے بھی کیا جس میں فرمایا کہ: عائشہ مجھے تیری قوم میں اختلاف کا ڈر نہ ہوتا تو میں حطیم کے حصے کو دوبارہ کعبہ میں شامل کر دیتا۔([21]) اسی طرح مرکز خلافت میں تین خلفاء کی شہادت اور سیدنا عثمان کا، حضرت عبید اللہ ابن عمر کی طرف سے امیر المؤمنین کے قاتل کے قتل کے جرم میں خون بہا ادا کرنا یہ سب سماجی تکثیریت کے تحفظ کی خاطر تھا یہ ایک تاریخی اور سچی حقیقت ہے کہ اس ریاست میں غیر مسلموں کے مکمل اور برابری کی بنیاد پر معاشی حقوق کے تحفظ کے اس تصور نے جو انسانی تاریخ میں احترام انسانیت کی پہلی اور ناقابل یقین مثال تھی ریاست گریز عناصر کی ہمیشہ حوصلہ افزائی کی جن کی بیخ کنی اور تدارک بالآخر سیدنا معاویہ نے ہی کیا۔

آنجنابؐ کی حیثیت محمد ابن عبد اللہ کی نہیں بلکہ محمد رسول اللہ کی تھی فتح مکہ کے موقع پر آپؐ نے عام معافی کا اعلان کیا مگر نو بڑے مجرمین کے خون کو رائیگاں قرار دیتے ہوئے حکم دیا کہ اگر وہ کعبہ کے پردے کے نیچے بھی پائے جائیں تو ان کو قتل کر دیا جائے۔ ان میں سے چار افراد قتل کئے گئے جو درج ذیل ہیں:

- عبدالعزی بن خطل جو کعبہ کا پردہ پکڑ کر لٹکا ہوا تھا اسے قتل کر دیا گیا۔
- مقیس بن صبابہ جو مرتد ہو گیا تھا اس لئے قتل کر دیا گیا۔
- حارث بن نفیل بن وہب جو مکہ میں رسول اللہ ؐ کو سخت اذیت پہنچایا کرتا تھا اسے حضرت علی نے قتل کیا
- ابن خطل کی دو لونڈیاں جو رسول اللہ ؐ کی ہجو گایا کرتی تھیں ان میں سے ایک کو قتل کر دیا گیا اور دوسری کے لئے امان طلب کر لی گئی تھی۔

خلاصہ یہ کہ ریاست کی عظمت کو نقصان پہنچانے کے جرم میں ان نو میں سے چار کو قتل کر دیا گیا اور پانچ کی جان بخشی ہوئی بعد میں انہوں نے اسلام قبول کر لیا ان لوگوں کے قتل کا حکم اس لئے دیا گیا کہ رسول کی توہین دراصل ریاست کی بنیادی اخلاقی قدر کا انکار تھا۔(22) ریاست کے اندرونی امن و امان اور ریاست کی نظریاتی برتری کی بقا کی ایک اور بڑی مثال سیدنا صدیق اکبر کے دور میں مدعیان نبوت، مانعین زکوۃ اور لشکر اسامہ کی روانگی پر سیدنا صدیق اکبر نے بحیثیت خلیفۃ المسلمین اپنی جس قوت فیصلہ کا اظہار فرمایا وہ آپ کی (صحیح وقت پر صحیح فیصلہ اور اس پر صحیح طور پر عمل درآمد) ذہنی اور اعصابی قوت اور امور مملکت میں آپ کی الہامی بصیرت کا بہت بڑا ثبوت ہے جس کا نتیجہ حضرت عمر کے دور میں اندرونی استحکام کی شکل میں نظر آتا ہے۔

عہد خلفائے راشدین میں "Right of the state"

دور صدیقی میں ریاست مدینہ کے اندر تین قسم کے گروہ موجود تھے ایک وہ گروہ جو آپ ؐ سے براہ راست تربیت یافتہ تھا، دوسرا نو مسلم افراد کا گروہ تھا جو نئے نئے مسلمان تو ہو گئے تھے لیکن اسلام کی حقیقت اور اس کے تقاضے مکمل طور پر نہیں سمجھتے تھے اور تیسرہ وہ گروہ تھا جس میں غیر مسلم افراد یعنی ہندو، یہودی، عیسائی، مشرک اور منافق سب شامل تھے۔اس لئے دور صدیقی میں کچھ اسی قسم کے لوگوں نے ریاست مدینہ کے امن و امان کے لئے مسائل پیدا کئے جن میں مانعین زکوۃ کے خلاف جنگ کا اعلان کیا گیا کیونکہ زکوۃ اسلام کا ایک اہم رکن ہے اسکے ادا نہ کرنے پر اسلام کی اہمیت میں کمی ضرور آتی لہذا ان کے خلاف بھرپور کاروائی کی گئی تاکہ اسلام پر کوئی حرف نہ آئے۔اس کے علاوہ عہد صدیقی میں جھوٹے مدعیان نبوت کے خلاف بھی کاروائی کی اور ان کو قتل کروایا تاکہ آئندہ کوئی بھی نبوت کا جھوٹا دعوی کرنے کی جرات نہ کر سکے،اسلام کے نام پر اور اسلامی ریاست کی عظمت پر کوئی شخص انگلی نہ اٹھا سکے۔عہد فاروقی میں جب فتوحات کا سلسلہ شروع ہوا اور بیت المقدس اور ایران فتح ہوئے تو بہت سے غیر مسلم افراد قیدی بن کر بھی مدینہ میں آئے، کچھ نے حالات کے تقاضے کے تحت اپنے آپ کو مضبوط کرنے کے لئے اسلام قبول کیا، اور کچھ نے جزیہ ادا کر کے اپنے مذہب پر ہی رہنا پسند کیا اسی طرح مدینہ میں نو مسلم کعب الاحبار جو کہ پہلے یہودی تھا اور ہرمزان جو کہ پہلے ایرانی حکمران تھا اور حکمران خاندان کا فرد تھا ان کے علاوہ فیروز ابولؤلؤ جو کہ مجوسی اور نعثل جو کہ یہودیوں کا ربی تھا ان سب کی موجودگی یہی بتاتی ہے کہ مذکورۃ الصدر تینوں گروہ اس وقت مدینہ میں موجود تھے۔

یہ تمام لوگ ایک ہی ریاست میں موجود ضرور تھے لیکن ہم مزاج اور ہم خیال نہ تھے۔یہ ایک حقیقت ہے کہ ہر قوم کا اپنا ایک الگ مزاج ہوتا ہے اور قوم اس مزاج سے ہی پہچانی جاتی ہے جیسے یہود سازشی ذہنیت کے مالک ہوتے ہیں جنگی سازشوں کو قرآن کریم نے بھی کئی مقامات پر بیان کیا ہے۔لیکن عرب کے لوگ اپنے اصولوں کی خاطر جان دینے میں فخر محسوس کرتے تھے مگر سازشی ذہنیت نہیں

رکھتے تھے کوئی بھی ایسا گروہ جو عربوں کے کلچر سے الگ ہو اس کے مزاج وعادات کو سمجھنا شاید عربوں کے لئے مشکل ضرور تھا۔ جو بھی لوگ اس وقت عرب میں داخل ہوئے سب الگ الگ مزاجوں کے مالک تھے۔ حضرت عمر فاروق نے اگرچہ فتوحات کرلی تھیں تاہم اس کے نتیجے میں قیدی بن کر آنے والے اور غیر مسلم افراد کے شر و سازشیں بہر حال مدینہ میں موجود تھیں۔ دراصل اسلامی ریاست کے ضابطوں کا ایک تقاضا یہ بھی ہے کہ کھلم کھلا خلیفہ کے خلاف کوئی قدم نہیں اٹھایا جاسکتا نہ ہی اس کے اقتدار کو چیلنج کیا جاسکتا ہے لیکن عرب کے نو مسلم، غیر مسلم اور قیدی بن کر آنے والے افراد عرب کے اس مزاج کو نہیں سمجھتے تھے لہذا انہوں نے اسلامی ریاست کے ان ضابطوں کا لحاظ نہیں رکھا۔

اس بات سے قطعی انکار نہیں کیا جاسکتا کہ ہر قوم کو اپنے کلچر اور اپنی سرزمین سے ایک لگاؤ ہوتا ہے کسی بھی قوم کے تمام افراد کے اندر یہ صلاحیت نہیں ہوتی کہ وہ بدلتے ہوئے حالات کے تقاضوں کو یا مثبت تبدیلی و تہذیبی اقدار کو سمجھ کر آنے والے حالات کے تحت اپنے اندر تبدیلی لے آئیں۔ قومیت یا قومی کلچر کا نشہ ایسا ہوتا ہے جو تمام تر خامیوں کے باوجود ختم نہیں ہوتا۔ ہندوستان کی مثال ہمارے سامنے ہے کہ ہندو تہذیب میں کوئی چیز بھی انسانی بنیادوں کے حوالے سے قابل قدر نہیں ہے جیسے شودروں کی تذلیل وغیرہ لیکن تمام تر خامیوں کے باوجود بھی ہندوؤں نے اپنی تہذیب کو نہیں چھوڑا بلکہ وہ اپنی تہذیب سے لگاؤ رکھتے ہیں۔ یہی صورت حال ہمیں رومیوں اور ایرانیوں میں بھی دیکھنے کو ملتی ہے۔ دور فاروقی میں اسلامی فتوحات تو ہو گئی لیکن ان فتوحات کے نتیجے میں ابھی وہ ایلیمنٹ باقی تھے جو اپنی تہذیبی اقدار کو سینے سے لگائے ہوئے تھے اور اس نئی تہذیبی قوت کو دل و جان سے قبول نہیں کر رہا اور دوسرا ایلیمنٹ وہ تھا جنہوں نے دل و جان سے فوری طور پر اسلام قبول کر لیا اور تیسرے وہ لوگ جنہوں نے حالات کے تقاضے کے تحت قبول کیا ہم ان کے قبول اسلام پر آنکھیں بند کر کے اعتبار نہیں کر سکتے اس سلسلے میں خلافت راشدہ کے دور میں عبد اللہ بن سبا، ہرمزان، کعب احبار، ابو لؤلؤ، جفینہ اور ابن ملجم وغیرہ اسی قسم کے لوگوں میں سے ہیں جبکہ حضرت عبد اللہ ابن سلام ان لوگوں میں سے ہیں جنہوں نے دل و جان سے اسلام قبول کیا اور جن خدمات اسلام کے لئے مسلمہ ہیں۔ لیکن جاہ پرست اور خام ذہن مسلمانوں اور شرارتی غیر مسلموں کو جو کہ دین اسلام کے حقیقی مزاج کو نہ سمجھ پائے تھے کی سرگرمیوں کو کنٹرول میں رکھنے کے لئے طاقت کا استعمال نہیں ہوا جس بنا پر فتنہ و فساد اور مخالفین کی سازشوں نے اس قدر سر اٹھایا کہ Rights of the State باقاعدہ قائم نہ رہ سکی جس کا نتیجہ تین خلفاء اور اکابر صحابہ زبیر، طلحہ اور عمار بن یاسر کی شہادت، جنگ جمل اور جنگ صفین کی صورت میں نکلا جس میں مسلمان ہی مسلمانوں کے خلاف کھڑے ہو گئے۔ ایسا کیوں ہوا؟ ہم یہ کبھی نہیں کہہ سکتے کہ اصحاب رسولؐ نے اس سلسلہ میں کوتاہی کی۔ اس کا اصل سبب یہ تھا کہ عرب کے لوگ صاف گو اور اپنے مقصد کی تحمیل کی خاطر جان کی بازی لگانے سے بھی دریغ نہ کرنے والے تھے اس مزاج کے افراد یا قوام نہ سازشی ہوتے ہیں اور نہ سازشوں کو جلدی سمجھ پاتے ہیں۔ اس خلفشار کے پیچھے کوفہ میں موجود ان یہودیوں کا پورا پورا ہاتھ تھا جن کو حضرت عمر نے مدینہ سے وہاں منتقل کیا تھا ان میں وہ یہودی بھی شامل تھے جنہیں غزوہ بنو قریظہ میں قیدی بنا کر شام میں فروخت کیا گیا تھا اور جن میں سے کچھ کو مدینہ کے صحابہ نے بھی خریدا تھا ان قیدیوں کی تعداد ایک ہزار سے بھی زائد بتائی جاتی ہے جیسا کہ امام مقریزی نے اپنی "امتاع الاسماع" میں لکھا ہے(23)

اسے ہماری تاریخ کا ایک کمزور پہلو کہا جائے یا اسلام کے سماجی تکثیریت کے تحفظ کا نتیجہ کہ مسلم حکمرانوں نے قومی مزاج کی اس تبدیلی کو سمجھ کر اس کا سد باب نہیں کیا۔ اگر اس کا سد باب کیا ہوتا تو شاید یہ نوبت نہ آتی کہ یکے بعد دیگرے ہمارے تین خلفاء شہید

کر دیئے گئے۔ ان تینوں خلفاء کی شہادت کی بنیادی وجہ یہ تھی کہ عربوں کا مزاج ریشہ دوانیوں اور سازشوں کا نہیں تھا اس لئے وہ ان غیر عرب افراد کی ریشہ دوانیوں اور سازشوں کو نہ سمجھ سکے۔

اس صورتحال نے اس قسم کے ریاستی نظام کی موجودگی کو ضروری قرار دے دیا تھا جو روح اسلامی کے بالکل مناسب نہ سہی بلکہ اس کے قریب ترین اور معاشرے میں ہر دو عناصر کی سرگرمیوں کے لئے سد راہ ثابت ہوتا کہ ریاست کا وجود خطرے میں نہ پڑے۔ اموی دور میں ریاست کا یہی پہلو قوموں کے لئے کشش کا باعث بنا۔ خلافت راشدہ میں یہودی سازشوں کے باعث یکے بعد دیگرے تین خلفاء کی شہادت، اندرونی خلفشار اور سلسلہ فتوحات کے رک جانے کے بعد سیدنا معاویہ کی انتظامی پالیسیوں کے نتیجے میں نہ صرف اندرونی امن وامان قائم ہو ابغاوتوں کو کچلنے کی خاطر آپ نے سب سے پہلے انتظامیہ (Establishment) کو درست کیا بغاوتوں کو فرو کیا سماجی تکثیری فضا بحال کی جس سے لوگوں کے درمیان بلا تفریق مذہب وملت باہمی بھائی چارہ بحال ہوا، بے روزگاری الاونس جو خلافت راشدہ میں سیدنا عمر نے قائم کیا تھا کو بہتر بنایا، بنو ہاشم سے محبت وعقیدت کی فضا پیدا کرنے کی خاطر ان کے وظائف میں خاطر خواہ اضافہ کیا، رفاہ عامہ کی صورتحال کو مزید بہتر کیا، عدل وانصاف کے نظام کو انہی خطوط پر استوار کیا جو خطوط خلافت راشدہ میں قائم کر دیئے گئے تھے۔ مختلف نئے محکمے قائم کئے، ملک میں آزادی تحریر وتقریر کی فضا قائم کی، تاہم ریاست کے خلاف کسی قسم کی سرگرمیوں کو قطعاً ممنوع قرار دیا۔ اس کے ساتھ ساتھ فتوحات کی خاطر عسکری نظام بہتر کر کے فتوحات کا سلسلہ دوبارہ شروع کیا جس سے نہ صرف بیرونی ریاستوں (مخالف عناصر) پر خوف طاری ہوا بلکہ ریاست کی آمدنی میں خاطر خواہ اضافہ بھی ہوا۔

"Right of the state" کے سلسلے میں عوامی کردار

مدینہ کی سٹیٹ مستقل عالمگیر اخلاقی اقدار کی بنیاد پر قائم کی گئی تھی صرف مذہب کی بنیاد پر نہیں۔ مذہب اسلام سے مراد ہی عالمگیر اخلاقی اقدار ہے۔ آنجنابؐ نے اپنی پوری تئیس سال کی پیغمبرانہ زندگی میں کوئی بات نئی بیان نہیں کی بلکہ ماضی کے انبیاء کی تعلیمات کا ایک خلاصہ دنیا کے سامنے بیان کیا ہے آپؐ کا کمال یہ ہے کہ آپؐ نے دنیا میں کوئی سیاسی یا اخلاقی ضابطہ پیش نہیں کیا بلکہ ماضی کے سیاسی اور اخلاقی ضابطوں کی بنیاد پر ایک سٹیٹ قائم کر کے دکھائی جو چودہ سو سال تک قائم رہی۔ یہ کام نہ تو پہلے کوئی کر سکا ہے اور نہ ہی قیامت تک کوئی اور کر سکے گا۔ یہ سٹیٹ اپنے کلچر اور اخلاقی اقدار کے حوالے سے ایسی بہترین سٹیٹ ہے جو دنیا کے لئے ہمیشہ ایک مثال بنی رہے گی۔

اسی طرح کسی بھی اسلامی ریاست میں معاشرہ الہامی اخلاقی ضابطوں کی بنیاد پر قائم ہوتا اور پروان چڑھتا ہے اس لئے اس کے اندرونی امن وامان کے قیام اور ریاست کے تحفظ کے لئے قائم کردہ تہذیبی ضابطوں کے خلاف کسی کو بات کرنے کی اجازت نہیں ہوتی اسی اصول کی بنا پر مسلم معاشرے میں فحاشی پھیلانے کی قطعی طور پر ممانعت کی گئی ہے جیسا کہ سورۃ نور میں ہے:

إِنَّ الَّذِينَ يُحِبُّونَ أَنْ تَشِيعَ الْفَاحِشَةُ فِي الَّذِينَ آمَنُوا لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ (24)

"بے شک جو لوگ چاہتے ہیں کہ ایمانداروں میں بدکاری کا چرچا ہو ان کے لیے دردناک عذاب ہے"

اس سے بخوبی اندازہ ہو جاتا ہے کہ ریاست کی اخلاقی قدروں کا تحفظ بھی ریاست کی ذمہ داری ہے۔ ان اخلاقی اقدار کے تحفظ کے سلسلے میں ریاست کے ساتھ ساتھ عوام الناس بھی شریک کار ہوتے ہیں۔ عوام الناس کو ہر اس عمل سے پرہیز کرنا چاہیئے جس سے معاشرے میں بدکاری یا فحش پھیلنے کا اندیشہ ہو۔ اس فحاشی کے پھیلنے میں بھی یہودی عصر پیش پیش ہے کیونکہ اسرائیل کے قیام سے معاشی استحصال اور اخلاقی گراوٹ کا ایک انسانیت سوز دور شروع ہوا ہے آج انسانیت جس بداخلاقی اور بدکرداری کی طرف جا رہی ہے اپنے ماضی

کی روایات کے عین مطابق یہ سب یہودی اثرات کا نتیجہ ہے یہودی نیٹ ورک فوکس لائف " ٹیلیویژن چینل کے شرمناک پروگرام اور انٹرنیٹ پر دکھائی جانے والی حیاسوز فلمیں یہودی بداخلاقی کا ثبوت ہیں۔ اخلاقی گراوٹ کے لحاظ سے اسرائیل دنیا کے ممالک میں صف اول پر آتا ہے یہاں تل ابیب قوم لوطیت کا ایک بڑا مرکز ہے۔([25])اس کے علاوہ اسرائیل عورتوں کی خرید و فروخت کا ایک بڑا مرکز ہے جس کا ثبوت ہمیں اس مضمون سے ملتا ہے جو لاہور سے شائع ہونے والے اردو ہفت روزہ "ندائے ملت" میں شائع ہوا ہے جس کے مطابق : " یہاں (اسرائیل میں) پوری دنیا بالخصوص روس سے لڑکیاں لائی جاتی ہیں جن کی قیمت ایک ہزار سے چار ہزار ڈالر تک ہوتی ہے یہاں عورتیں کرائے پر بھی مہیا ہوتی ہیں۔150-300اور5000 شیکل اسرائیلی کرنسی میں آدھے گھنٹے کے لئے کرائے پر عورت مل جاتی ہے جبکہ منشیات، ایڈز اور منی لانڈرنگ کا بھی یہ ملک ایک بڑا مرکز ہے۔([26])

- نماز پڑھنے، زکوۃ ادا کرنے اور اچھے کاموں کی تلقین اور برے کاموں سے روکنے کا حکم یوں دیا گیا

أَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ وَأَمَرُوا بِالْمَعْرُوْفِ وَنَهَوا عَنِ الْمُنْكَرِ ([27])

"نماز کی پابندی کریں اور زکوۃ دیں اور نیک کام کا حکم کریں اور برے کاموں سے روکیں"

یہ حکم نماز اور زکوۃ ہر مسلم، عاقل و بالغ پر جس طرح فرض ہے، اچھی باتوں کی تلقین بری باتوں سے بچنا اور بچانا بھی عوام پر اسی طرح فرض ہے۔

- اسی طرح کا ایک اور حکم یعنی نیکیوں میں باہمی تعاون اور برائیوں میں تمانع کا حکم دیتے ہوئے فرمایا گیا:

وَتَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى وَلَا تَعَاوَنُوا عَلَى الْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ ([28])

"اور آپس میں نیک کام اور پرہیزگاری پر مدد کرو، اور گناہ اور ظلم پر مدد نہ کرو"

- خود بھی نیکیاں کرو اور دوسروں سے بھی کہو یہ تلقین ان الفاظ میں بیان کی:

اتَأْمُرُونَ النَّاسَ بِالْبِرِّ وَتَنْسَوْنَ أَنْفُسَكُمْ ([29])

"کیا لوگوں کو تم نیکی کا حکم کرتے ہو اور اپنے آپ کو بھول جاتے ہو"

مذکورہ بالا تینوں آیات اس بارے میں بالکل واضح ہیں کہ امن و امان کا قیام ہو یا ریاست کی اخلاقی اقدار کے تحفظ کا مسئلہ، حکمرانوں کے ساتھ عوام بھی اس فریضہ کی ادائیگی میں برابر کے شریک ہیں۔ اس بارے میں قرآن کے احکام پر غور کرتے ہوئے ایک مسلمان کی فکر یہ دیکھ کر کانپ جاتی ہے کہ اس فریضہ کی عدم ادائیگی کی صورت میں قوموں کو عذاب دے کر ختم کیا گیا ہے۔ چنانچہ قرآن کریم نے فرعون کے جرائم میں ایک جرم یہ بھی بیان کیا ہے کہ اس نے عوام کی اخلاقی تربیت اور معاشرے کی اخلاقی قدروں کا تحفظ نہیں کیا تھا:

وَاَضَلَّ فِرْعَوْنُ قَوْمَهُ وَمَا هَدٰى ([30])

"اور فرعون نے اپنی قوم کو بہکایا اور راہ پر نہ لایا"

قرآن کریم نے فرعون کا ایک جرم یہ بھی بیان کیا ہے کہ اس کی حکومتی پالیسیوں کی وجہ سے عوام الناس کی قوت فیصلہ ختم ہو چکی تھی جسکی وجہ سے وہ قوم بھی عذاب کی مستحق ٹھہری۔

فَاسْتَخَفَّ قَوْمَهُ فَأَطَاعُوْهُ إِنَّهُمْ كَانُوا قَوْماً فٰسِقِيْنَ ([31])

"پس اس نے اپنی قوم کو احمق بنا دیا پھر اس کے کہنے میں آ گئے، کیونکہ وہ بدکار لوگ تھے۔"

مذکورۃ بالا تحریر سے یہ بخوبی واضح ہو جاتا ہے کہ حکومت اور اصحاب ثروت معاشرے میں ایسے رویوں کو پروان نہ چڑھائیں جس سے ریاست کی اخلاقی قدریں کمزور ہوں، ریاست کی جغرافیائی حیثیت مجروح ہو، خوف وہراس پھیلے، جھوٹی افواہیں پھیلیں یا الیکٹرانک اور پرنٹ میڈیا کے ذریعے ایسے فکری مباحث چھیڑے جائیں جس سے عوام الناس کی قوت فکر و عمل متاثر ہو کے بارے میں قرآن میں سخت وعید سنائی گئی ہے:

لَئِنْ لَّمْ يَنْتَهِ الْمُنٰفِقُوْنَ وَالَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ وَّالْمُرْجِفُوْنَ فِي الْمَدِيْنَةِ لَنُغْرِيَنَّكَ بِهِمْ (32)

"اگر منافق اور وہ جن کے دلوں میں مرض ہے اور مدینہ میں لغط خبریں اڑانے والے باز نہ آئیں گے تو آپ کو ہم ان کے پیچھے لگا دیں گے"

اس سلسلہ کی ایک اور مثال مدینہ کے ایک قبیلے خزرج میں ابو عامر راہب کی ہے وہ غزوہ حنین تک لگاتار آپؐ کے خلاف جنگ لڑتا رہا اور جب بنو ہوازن شکست سے دوچار ہوئے تو وہ روم کی طرف نکل گیا اور مسیحی ہو گیا۔ وہاں سے ابو عامر نے مدینہ منورہ کے منافقین کو خط لکھا کہ میں شام میں یہ کوشش کر رہا ہوں کہ روم کا بادشاہ مدینہ منورہ پر چڑھائی کر کے مسلمانوں کو ختم کر ڈالے۔ لیکن اس کام کے لیے ضروری ہے کہ تم لوگ اپنا ایک محاذ ایسا بناؤ کہ جب روم کا بادشاہ حملہ کرے تو تم اندر سے اس کی مدد کر سکو۔ اس نے یہ مشورہ بھی دیا کہ تم ایک عمارت مسجد کے نام سے بناؤ جو بغاوت کے مرکز کے طور پر استعمال ہو اس میں خفیہ طور سے ہتھیار بھی جمع کرو اور آپس میں مشورے بھی یہیں کیا کرو اور میری طرف سے کوئی ایلچی آئے تو اسے بھی یہاں ٹھہراؤ۔ چنانچہ منافقین نے مسجد بنائی جس کے متعلق سورۃ التوبہ کی 107 سے 110 تک آیات نازل ہوئیں جن میں آپؐ کو منافقین کے ناپاک اغراض پر مطلع کر دیا گیا کہ اس مسجد کی اصل غرض ضرار ہے یعنی مسلمانوں کو ضرر پہنچانا، اسی وجہ سے یہ "مسجد ضرار" کے نام سے مشہور ہوئی۔ چنانچہ آپؐ نے چند صحابیوں کو حکم دیا کہ اس مسجد کو منہدم کر کے اس میں آگ لگا دیں کیونکہ اس میں رسول اللہؐ اور اسلام کے خلاف سازشیں کرنا مقصود تھا جو Right of the State کے منافی ہے۔ چنانچہ ان حضرات نے اس مسجد کو جلا کر خاک کر دیا۔(33) آنجناب M کے اس قسم کے اقدام سے پتہ چلتا ہے کہ اس قسم کے ریاست گریز منفی رجحانات چونکہ عوام الناس کی فکری صلاحیتوں کے لئے نقصان دہ ہوتے ہیں جس کے اثرات براہ راست حسن معاشرت پر پڑتے ہوں کی قطعی ممانعت کی گئی ہے۔ یہ وہ سلبی اقدامات ہیں جو ریاست معاشرے کی اخلاقی قدروں کے تحفظ کی خاطر کرتی ہے۔

ریاست کا امن وامان جہاں ریاست کے نظریاتی تحفظ کے لئے ضروری ہے وہاں امن وامان کی صورتحال ریاست کی معاشی ترقی کے لئے بھی انتہائی ضروری ہوتا ہے اس بنا پر اسلامی ریاست کا سیاسی ڈھانچہ بھی نظریاتی طور پر دیگر نظام ہائے سیاست سے کچھ جدا ہوتا ہے مثلاً جمہوریت میں عوام کو حق حاصل ہوتا ہے کہ وہ اپنے حکمران کا چناؤ کریں۔ اس اصول کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ حکمران کسی بھی اخلاقی ضابطے یا معتمد سیاسی اصول پر عمل پیرا ہونے کی بجائے وہ عوام کی خواہشات کا پابند ہوتا ہے۔ مثلاً برطانیہ میں ہم جنس پرستی کے بارے میں جب قانون پاس ہونے لگا تو کچھ لوگوں نے اس پر اعتراض کیا کہ یہ غیر اخلاقی ہے جس پر حکومت نے ایک کمیٹی بنا دی جو ویلفینڈن کمیٹی (Wolfenden - Committee) کے نام سے مشہور ہے اور اس کی رپورٹ پر یہ فیصلہ چھوڑ دیا گیا۔ اس کمیٹی نے اپنے فیصلے میں لکھا کہ اگرچہ اخلاقی ضابطے اس کی اجازت نہیں دیتے لیکن برطانیہ کا آئینی ڈھانچہ برطانیہ کی روایات پر چل رہا ہے اخلاقیات پر نہیں اس لئے اس کی اجازت دی جاتی ہے۔(34)

اس کے علاوہ جمہوریت کی اسی خصوصیت کی بنا پر حکمران عوام کی مرضی کے مطابق حکومت چلاتا ہے اور عوام جب چاہتے ہیں اس کو اقتدار سے رخصت بھی کر سکتے ہیں۔ حکمران کے احترام کا ان کے ہاں وہ تصور نہیں ہے جو ہونا چاہئیے اس کے بالکل علی الرغم اسی برطانیہ میں ملکہ برطانیہ کو برطانوی چرچ کا نہ ہی سربراہ ہونے کی حیثیت سے وہ احترام حاصل ہے کہ اسے وزیر اعظم بھی انتہائی احترام سے جھک کر ملتے ہیں۔ اسلامی نظام سیاست میں یہ تضاد نہیں ہے خلیفہ کو ایک احترام حاصل ہے خلیفہ کی بدگوئی نہیں کی جاسکتی، احترام کے منافی کوئی رویہ اس کے لئے نہیں اپنایا جاسکتا۔ چنانچہ بخاری کی روایت ہے جس کے الفاظ ہیں:

من يطع الامير فقد اطاعني ومن يعص الامير فقد عصاني و انما الامام جنة يقاتل من ورائه ويتقى به فأن امر بتقوى الله وعدل فأن له بذالك اجرا وان قال بغير دفان عليه[35]

"رسول اللہؐ نے فرمایا کہ جس نے اپنے امیر کی اطاعت کی اس نے میری اطاعت کی، اور جس نے اپنے امیر نافرمانی کی اس نے میری نافرمانی کی۔ اور امام ڈھال ہے جس کے ذریعے جہاد کیا جاتا ہے اور اس کے ذریعے حفاظت حاصل کی جاتی ہے۔ اگر وہ اللہ کے خوف کی بنیاد پر عدل وانصاف سے کام لے تو اس کا اسے اجر ہے اور اگر وہ اس (اصول عدل) سے ہٹ کر چلے تو وہ اس کی وجہ سے گنہگار ہوگا۔"

اس سلسلہ میں دوسری حدیث ہے جس میں رسول اللہ صلی اقلیم نے فرمایا:

من ارادا ان يفرق امر هذا الامة وهي جميع فضرب بالصيف قائنا من كان [36]

"جب امت کسی ایک فرد امارت پر متفق ہو اور دوسرا کوئی اس اتفاق کو ختم کرنے کی کوشش کرے تو اس کو قتل کر دو خواہ وہ کوئی بھی ہو۔"

اس سلسلہ میں ایک اور حدیث بیان کی جاتی ہے جس کا مفہوم یوں ہے کہ جابر حکمران کے سامنے حق بات کہنا افضل جہاد ہے۔ اس حدیث کو لوگوں نے صحیح طور پر نہیں سمجھا۔ یقینا حق بات کہنا جہاد ہے لیکن یہ حق بات اس انداز میں کی جائے کہ جس سے حکمران کی توہین نہ ہو جبکہ موجودہ دور کی جمہوریت میں حکمرانوں کے خلاف جلسے جلوس کا انعقاد، حکمرانوں کو مطعون کرنا، لعنت ملامت کرنا اور لغویات بکنا مخالف پارٹی کا یہ پسندیدہ ترین مشغلہ ہے۔

اسلامی ریاست کے استحکام کے لئے نہایت ضروری ہے کہ "Right of the state" کو قائم رکھا جائے۔ لیکن افسوس یہ ہے کہ ہمارے ملک میں ہر چھوٹے سے چھوٹا اور بڑے سے بڑا سیاستدان، مذہبی طبقہ، میڈیا یہاں تک کہ ہر کسی نے طوفان بد تمیزی مچار کھا ہے جس سے سٹیٹ متاثر ہو رہی ہے اور پوری دنیا میں پاکستان کا نام بدنام ہو رہا ہے۔ آج پاکستان میں اس بات کی ضرورت ہے کہ Right of the state کو قائم کیا جائے، پاکستان کے اخلاقی معاشرے کا، معاشیات کا تحفظ ہونا چاہئے، قانون کی حکمرانی ہونی چاہئے لیکن ہمارے معاشرے میں اوپر سے لے کر نیچے تک ہر بندہ کرپٹ ہے اور اس جرم میں برابر کا شریک ہے۔ سٹیٹ کا تحفظ اسلام کے بنیادی تقاضوں میں سے ایک تقاضہ ہے۔ اس ملک اور اس کی معاشیات اور اخلاقیات کو اگر باقی رکھنا ہے تو اس ہمیں Right of the state کو قائم کرنا پڑے گا۔

حاصل کلام:

انسانی فطرت کا علم اور عملی زندگی کے تجربات یہی بتاتے ہیں کہ اجتماعی زندگی کے نظام کو قائم کرنے کے لئے ایک ایسی قوت قاہرہ (Coercive Power) کی ضرورت ہوتی ہے جسے ریاست کہا جاتا ہے۔ ہر ریاست کی اپنی ایک فکری بنیاد (مذہب) ہوتی

ہے جو لوگ کسی ریاست کے دائرے میں رہتے ہوں وہ چاہے اس کے بنیادی نظریے اور اس کے تفصیلی لائحہ عمل پر ایمان نہ رکھتے ہوں انہیں پھر بھی مجبوراً اپنے عقیدے اور مسلک سے ہٹ کر ریاست کے عقیدے اور مذہب پر چلنا پڑتا ہے ماضی میں جس کی مثالیں ہمیں مصری، یونانی، رومی اور کلیسائی سلطنتوں کی شکل میں ملتی ہیں جس میں مقتدرہ کا کلچر (مذہب) ہی قوم اپناتی تھی چاہے وہ خوشی سے اپنائیں یا مجبور ہو کر۔ امریکہ میں کیتھولک چرچ، برطانیہ کے شاہی خاندان کے لئے پروٹسٹنٹ ہونا، کشمیر میں کشمیریوں کے خون کی ارزانی، فلسطین میں اسرائیلی درندگی، بدھوں کے ہاتھوں میانمار میں مسلمانوں کی بے خانمائی یہ سب اس دور میں بھی ریاست اور مذہب کے گہرے تعلق کے شواہد ہیں۔

تاہم تمدن کا قیام ایک قوت قاہرہ کا محتاج ہوتا ہے یہ قوت نظام تمدن کو قائم رکھتی ہے اور اپنے نظریے و مسلک کے مطابق ایک لائحہ عمل تیار کرتی ہے اور اپنی قاہرانہ قوت کے ساتھ اس لائحہ عمل کو اجتماعی زندگی میں نافذ کرتی ہے اس کے ساتھ ساتھ انفرادی زندگی بھی تدریجاً اس لائحہ عمل میں ڈھلنا شروع ہو جاتی ہے۔ اس کی مثال ہمیں رسول اللہؐ کے دور حکومت سے بھی ملتی ہے رسول اللہ نے جب ریاست مدینہ قائم کی تو قبولیت اسلام میں اتنی تیزی سے اضافہ ہوا کہ چند ہی سالوں میں مسلمانوں کا ایک جم غفیر سامنے آیا جس کی تفصیلات کا ذکر ہم مقالہ میں کر آئے ہیں۔ تہذیب و تمدن کی اشاعت میں بہر حال ریاست ایک اہم کردار ادا کرتی ہے۔

جب ایک اسلامک سٹیٹ باقاعدہ وجود میں آجاتی ہے تو اس کے امیج کو خراب کرنے کا حق کسی کو نہیں ہوتا پھر چاہے وہ مسلمان ہو یا غیر مسلم۔ جو اسلامک سٹیٹ کا امیج خراب کرے گا وہ سزا کا حق دار ہو گا۔ ایک سٹیٹ کی اہمیت کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ نماز جو کسی صورت بھی معاف نہیں ہے رسول اللہؐ نے جنگ خندق کے موقع پر سٹیٹ کے قیام کی خاطر چار نمازیں قضا کی ہیں۔ یعنی شرعی طور پر سٹیٹ کی یہ اہمیت ہے کہ اس کے مفاد کی خاطر فرض نماز کو بھی مؤخر کیا جا سکتا ہے۔ سٹیٹ کے معاشرے کو، معاشیات کو، اخلاقیات کو اور سماجی کلچر کو نقصان پہنچانے کا حق کسی کو بھی نہیں ہے چاہے وہ بڑا ہو یا چھوٹا، امیر ہو یا غریب، طاقتور ہو یا کمزور۔ افسوس یہ ہے کہ ہمارے ملک میں ہر چھوٹے سے چھوٹا اور بڑے سے بڑا سیاستدان، مذہبی طبقہ، میڈیا یہاں تک کہ ہر ادارے نے طوفان بدتمیزی مچا رکھا ہے جس سے سٹیٹ متاثر ہو رہی ہے اور پوری دنیا میں پاکستان کا نام بدنام ہو رہا ہے۔ آج پاکستان میں اس بات کی ضرورت ہے کہ Right of the state کو قائم کیا جائے، پاکستان کے اخلاقی معاشرے کا، معاشیات کا تحفظ ہونا چاہئے، قانون کی حکمرانی ہونی چاہئے۔ لہذا ہمارے ملک کی صوبائی و مرکزی حکومتوں کو چاہیے کہ وہ فوراً امن و سلامتی کی روایت کو مضبوط کریں، تبھی جا کر یہ ملک ترقی کی راہ پر گامزن ہو گا۔

---

1 القرآن:33:9

Quran: 33:9

2 القرآن:28:48

Quran: 28:48

3 القرآن:9:61

Quran: 9:61

4 Williams, Henry Smith(1943), "The Historian History of the world" Outlook Company, New York, 1902, Vol. 8/291

5 Huntington, Samuel, P. "The Clash of Civilization and the Remaking of World Order", touchstone Rockefoller Center New York USA, 1997. p. 156

6 القرآن:41:22

Quran: 41:22

7 القرآن:8:64

Quran: 8:64

8 کتاب مقدس: گنتی:6:31-35

Scripture: Numbers: 6:31-35

9 ابن ہشام، ابو محمد بن عبد الملک۔ "السیرۃ النبویۃ"۔ مصطفی البابی مصر، 1375ھ، 2/237

Ibn Hisham, Abu Muhammad bin Abd al-Malik. "Sirat al-Nabawiyyah". Mustafa al-Babi Misr, 1375 AH, 2/237

10 برکات احمد، "رسول اکرم اور یہود حجاز"، مکتبہ العالیہ، لاہور، ص143

Barakat Ahmad, "The Holy Prophet and the Jews of Hejaz", Maktaba al-Alia, Lahore, p. 143

11 ابن قیم، شمس الدین، ابو عبداللہ محمد بن ابی بکر، حافظ (م751ھ)، "زاد المعاد"، مؤسسۃ الرسالۃ المصریۃ1347ھ، 2/139-140

Ibn Qayyim, Shams al-Din, Abu Abdullah Muhammad bin Abi Bakr, Hafiz (751 AH), "Zad al-Ma'ad", .Est

12 الحمیری، ابن ھشام، عبد الملک "السیرۃ النبویۃ"، دار الفکر، بیروت، 2/51-57

Al-Hamiri, Ibn Hisham, Abd al-Malik, "The Prophetic Life", Dar al-Fikr, Beirut, 2/51-57

13 القرآن:60:33

Quran: 60:33

14 مسلم بن حجاج، القہ حجاج القشیری، امام (م261ھ) "الجامع الصحیح المسلم"، کتاب التوبۃ رقم الحدیث7016، دار السلام للنشر والتوزلی، ریاض، سعودیہ عرب

Muslim bin Hajjaj, al-Qa'hajjaj al-Qashiri, Imam (261 AH) “Al-Jaami al-Sahih al-Muslim”, Kitab al-Tawba, Hadith Number 7016, Dar al-Salam for publishing and towz li, Riyadh, Saud in Arab

15 بخاری، محمد بن اسماعیل، امام(256ھ)، "الجامع الصحیح للبخاری"، کتاب المغازی، حدیث4418، دار السلام للنشر والتوزیع، ریاض، سعودیہ عرب

Bukhari, Muhammad bin Ismail, Imam (256 AH), "Al-Jama'i al-Sahih of Bukhari", Kitab al-Mughazi, Hadith 4418, Dar al-Salam for Distribution, Riyadh, Saudi Arabia

16 ابن کثیر، اسماعیل، عماد الدین(774ھ)، "البدایۃ والنھایہ"، ترجمہ "تاریخ ابن کثیر"، دار الاشاعت، کراچی، 8/119

Ibn Kathir, Ismail, Imad al-Din (774 AH), "Al-Badaiya wal Nahaya", translated by "Tarikh Ibn Kathir", Dar al-Isha'at, Karachi, 8/119

17 القرآن:9:123

Qur'an: 123:9

18 القرآن:3:200

Quran: 200:3

19 النجدی، عبداللہ بن محمد، الشیخ (م1242ھ)، "مختصر سیرۃ الرسول"، المطبعۃ السلفیۃ، مصر، 287

Al-Najdi, Abdullah bin Muhammad, Sheikh (d. 1242 AH), "A brief biography of the Prophet". Al-Matababa Al-Salafiya, Egypt, 287

20 "الجامع الصح المسلم" کتاب التوبۃ، حدیث7016

Al-Jaami Al-Sah Al-Muslim" Kitab al-Tawba, Hadith 7016"

21 "الجامع الصحیح للبخاری" کتاب الحج، باب فضل مکہ وبنیانھا، حدیث:1584

Al-Jama'i al-Sahih by Bukhari" Book of Hajj, Chapter Fadl of Makkah and Banya, Hadith: 1584"

22 ایضاً

ibid

23 المقریزی، تقی الدین احمد بن علی "امتاع الاسماع بما للنبي من احوال والحفدة المتاع"، دار الکتب العلمیة، 1420ھ، 253/1

Al-Maqrizi, Taqi al-Din Ahmad bin Ali, “Umtaa al-Ismaa bahaha to the Prophet, Min Akhwal wa Hafda al-Mutaa”, Dar al-Kutub al-Elamiya, 1420 AH, 1/253

24 القرآن:19:24

Quran: 19:24

25 محمد احسن، بٹ، جدید اسرائیل کی تاریخ، 78، دار الشعور، لاہور

Muhammad Ahsan, Butt, History of Modern Israel, 78, Dar Al-Suham, Lahore

26 اسرائیل عالمی مافیا مرکز بن گیا محمد انیس الرحمن، 22، ہفت روزہ ندائے ملت، 1تا7 مئی 2008ء لاہور

Israel has become a global mafia center Muhammad Anisur Rahman, 22, Naday Millat weekly, May 1-7, .2008, Lahore

27 القرآن:41:22

Quran: 41:22

28 القرآن:2:5

Qur'an: 2:5

29 القرآن:44:2

Qur'an: 44:2

30 القرآن:79:20

Quran: 79:20

31 القرآن:54:43

Quran: 54:43

32 القرآن:60:33

Quran: 60:33

33 مودودی، ابوالاعلی، سید(1979ء)، تفہیم القرآن"، ادارہ ترجمان القرآن، لاہور:233/2

Maududi, Abul Ala Ali, Syed (1979), Understanding the Qur'an", Institute of Interpreters of the Qur'an, Lahore: 2/233

34 https://www.bl.uk/collection-items/wolfenden-report-conclusion

35 "الجامع الصحیح المسلم "بکتاب الامارة، باب الوفاء ببیعة الخلفاء الاول فالاول در قم4776

Al-Jaami al-Saheeh al-Muslim" in Kitab Al-Amara, Chapter Al-Wafa Bayat al-Khalifa al-Awwal Falaal " al-Qum 4776

36 "الجامع الصحي المسلم "کتاب الجهاد، باب یقاتل من وراء الامام ویتقی بہ ارقم2957

Al-Jaami al-Sahi al-Muslim" Kitab al-Jihad, Chapter 2957"